محمد حسام اللہ شریفی

نبی اکرمؐ اور اصلاحِ معاشرہ

آج سے چودہ سو سینتیس برس پہلے نو ربیع الاول کو اس ذات قدسی صفات نے اس دنیا میں ظہور کیا جسے کائنات کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا تھا اور جس نے اپنی اسی رحمت سے کام لیتے ہوئے کائنات کی ساری تاریکیوں اور ظلمتوں کو روشنی سے بدل دیا اور انسانی معاشرے کی تمام خرابیوں کو دور کر دیا۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ظہور سے پہلے کی دنیا کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی خرابی ایسی نہ تھی جو دنیا میں نہ پائی جاتی ہو اور کوئی برائی ایسی نہ تھی جس میں اہل عرب مبتلا نہ ہوں۔ غرض سارا معاشرہ بگڑ چکا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی اور اس نے معاشرہ کی اصلاح و تطہیر کے لیے اپنے آخری پیغمبر جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا جنہوں نے بہت قلیل عرصے میں دنیا بھر میں سب سے زیادہ بگڑے ہوئے معاشرے کی اصلاح نہایت عمدہ اور احسن طریقے سے فرمائی۔

رسول معظم نبی آخر علیہ السلام نے زندگی کے ہر شعبے کی اصلاح فرمائی اور معاشرے کا کوئی پہلو ایسا نہ رہا جس تک آپ کی نگاہ نہ پہنچ سکی ہو۔ اگرچہ معاشرے کی اصلاح کی خاطر نبی اکرم کو ہر طرح کی تکالیف برداشت کرنا پڑیں لیکن تمام مصیبتیں سہنے کے باوجود بھی آپؐ نے معاشرے کی اصلاح و تطہیر کا کام جاری رکھا اور عمر مبارک کے کسی لمحے میں بھی یہ مقصد آپ کی نظروں سے اوجھل نہیں ہو سکا اور آپؐ کی جدوجہد

مسلسل اور سعیٔ پیہم کے نتیجے میں تئیس سال کی مختصر سی مدت میں وہ مثالی معاشرہ وجود میں آگیا جس کی نظیر دنیا آج تک پیش نہ کرسکی۔

کسی شخص کی عدم موجودگی میں اس کی برائی بیان کرنے کو لوگ کتنا حقیر کیوں نہ سمجھتے ہوں لیکن بظاہر اس معمولی سی چیز سے معاشرے میں جو بگاڑ پیدا ہوتا ہے اور گھر کے گھر جس طرح تباہ و برباد ہوجاتے ہیں اس سے ہر شخص واقف ہے۔ اسی لیے ایک دوسرے کے دلوں میں کدورت، نفرت اور دشمنی پیدا ہوجاتی ہے اور پھر یہی چیز معاشرے میں بگاڑ کا باعث بنتی ہے۔ اسی وجہ سے اس کو روکا گیا اور ارشاد فرمایا:

"تم میں سے کوئی شخص کسی کی غیبت نہ کرے (القرآن)

اور غیبت کیا ہے؟

ذکرك اخاك بما یکرہ قیل: افرأیت ان کان فی اخی ما اقول؟ قال ان کان فیہ ما تقول فقد اغتبتہ وان لم یکن فیہ ما تقول فقد بہتتہ (مسلم عن ابی ہریرہ)

"اپنے مسلمان بھائی کا ذکر اُن الفاظ میں کرنا کہ اگر وہ ان الفاظ کو سن لے تو ناپسند کرے۔ پوچھا گیا: اگر وہ برائی جو بیان کی جارہی ہے اس میں موجود ہو تب بھی؟ فرمایا اگر وہ عیب جو تم نے بیان کیا ہے اس شخص میں موجود ہے تو غیبت ہے، اور اگر تمھارا بیان کردہ عیب اس میں نہیں پایا جاتا تو یہ بہتان ہے (جو غیبت سے کہیں زیادہ بڑھ کر ہے)

رشوت، معاشرے کا ایک رستا ہوا ناسور ہے اور ہر دور اور ہر زمانے میں اس کی مذمت کی جاتی رہی ہے۔ حضورؐ نے اس کی مذمت ان الفاظ میں فرمائی:

"الراشی والمرتشی فی النار" (الحدیث)

رشوت لینے والے اور رشوت دینے والے کا ٹھکانا جہنم ہے۔

بلکہ اس کی جڑ بھی اکھاڑ کے رکھ دی:

عن ابن عمر نھینا من التکلف (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر نقل فرماتے ہیں کہ ہمیں تکلف سے روکا گیا اور یہ تکلف اور نمود نمائش ہی رشوت لینے کا سبب بنتے ہیں اور جب کوئی معاشرہ تکلف کی بیماری میں مبتلا ہو جائے تو اور لوگ جس طبقے سے تعلق رکھتے ہیں اس کے بجائے طبقہ اعلیٰ میں شامل ہونے کی خواہش ان میں پیدا ہو جائے تو پھر ان تکلفات میں ان کی آمدنی ان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیتی ہے اور لا محالہ انھیں " دست غیب کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے اپنی امت کو تکلفات میں پڑنے سے روک دیا۔

سود کے ذریعہ جس طرح غریبوں کی دولت کو ان سے چھینا جاتا ہے اور بعض حالتوں میں انھیں نان شبینہ تک سے محروم کر دیا جاتا ہے اسے کسی طرح بھی درست قرار نہیں دیا جا سکتا۔ پھر اس سے وہ لوگ جن کے پاس کچھ رقم ہوتی ہے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں اور بغیر محنت و کوشش کے اپنے سرمائے میں اضافہ پر اضافہ کرتے چلے جاتے ہیں جس سے وہ لوگ کاہل اور معاشرہ کے لیے ناکارہ ہو کر رہ جاتے ہیں۔

یہ لوگ صرف اپنا بھلا جانتے ہیں، دوسروں کی بھلائی اور نفع سے انھیں کوئی غرض نہیں ہوتی۔ ایسے لوگوں سے معاشرے کی کسی قسم کی بھلائی کی توقع نہیں رکھی جا سکتی اور اسی وجہ سے اسلامی معاشرے میں سود کے لیے کوئی گنجائش نہیں۔

"جناب عبداللہ بن مسعود رض نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سودی کاروبار کرنے والے (سود لینے اور سود ادا کرنے والے) سودی کاروبار کے متعلق گواہی دینے والے اور سودی کاروبار کی خط و کتابت کرنے پر لعنت

لعنت فرمائی ہے۔ (ریاض الصالحین ص ۲۱۶)

جب کسی قوم اور کسی ملک کے لوگوں میں امارت کی حرص پیدا ہو جاتی ہے اور ہر آدمی امیر قوم، امیر صوبہ اور ہر راہ نما امیر ملک بننے کا خواہاں ہو اور اس مقصد کے لیے وہ ہر جائز و ناجائز ہتھکنڈے اختیار کرنا شروع کر دے تو سمجھنا چاہیے کہ اس معاشرے میں بگاڑ کی ابتدا ہو چکی ہے کیونکہ ایسے موقع پر ہر شخص اپنے مقابل کی پگڑی اچھالنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کی معمولی سے معمولی غلطی اور برائی کو بڑھا چڑھا کر دوسروں کے سامنے پیش کرنے میں نظر آتا ہے ع

وعین السخط تبدی المساویا

اسی لیے جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ارشاد فرماتے ہیں،

"تم لوگ امارت کے خواہش مند ہو گے حالانکہ یہی چیز قیامت کے دن تمھارے لیے ندامت کا باعث ہو گی۔ (بخاری عن ابی ہریرہؓ)

اور امت کی رہنمائی کرتے ہوئے اس سلسلے میں یہ وضاحت بھی فرما دی کہ تمھیں اپنے لیے امیر منتخب کرتے وقت کن امور کو پیش نظر رکھنا چاہیے اور کس قسم کے لوگوں کو اپنا حاکم بنانا چاہیے۔

"تمھارے بہترین حاکم اور امراء وہ ہیں جن سے تم محبت رکھتے ہو، اور وہ تم سے محبت رکھتے ہیں۔ تم ان کے لیے دعائیں مانگتے ہو اور وہ تمھارے لیے دعائیں کرتے ہیں اور تمھارے بدترین حاکم وہ ہیں جن سے تم نفرت کرتے ہو اور وہ تم سے عداوت رکھتے ہیں اور تم ان پر لعنت بھیجتے ہو اور وہ تم پر لعنت بھیجتے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا ایسے حاکموں کی اطاعت کرنے سے ہم اپنے آپ کو آزاد نہ کر لیں؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا، نہیں جب تک وہ تم میں

نماز قائم رکھتے ہیں۔" (مسلم عن عوف بن مالک)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں بہترین حاکم وہ لوگ کہلانے کے مستحق ہیں جو عوام سے قریب ہوں، ان سے اپنا رابطہ قائم رکھتے ہوں، اور ہمہ وقت ان کی بھلائی میں مصروف رہتے ہوں۔ عوام ان کی حکومت کی سلامتی اور ان کی درازیٔ عمر کے لیے دعاگو ہوں اور جن لوگوں نے عوام سے دوری کو اپنا شیوہ قرار دے رکھا ہو اور ان کی بھلائی سے انھیں کوئی غرض نہ ہو بلکہ ان کے لیے مزید مشکلات پیدا کرتے رہنا ان کا پسندیدہ مشغلہ ہو، ان کی زبان پر، ان کے قلم پر اور ان کی آواز پر پابندی لگا دینے کو اپنی کامیابی سمجھ رکھا ہو ان کا شمار ناپسندیدہ حاکموں میں ہوتا ہے۔

دوسری روایت میں اطاعت امیر کے متعلق مزید وضاحت فرمائی کہ ان کی اطاعت اسی وقت کے لیے ہے جب تک ان کے احکام اور اللہ اور اللہ کے رسول کے مابین ٹکراؤ پیدا نہ ہو اور اگر اس کے برعکس صورت پیدا ہو جائے تو پھر ایک مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ ان کی بات بھی سننا بھی گوارا نہ کرے۔

"اگر اس کی جانب سے اللہ اور اللہ کے رسول کی نافرمانی کا حکم دیا جائے تو ایسی صورت میں اس کی بات سننا بھی گوارا نہ کرو اور نہ اس کی اطاعت کرو۔" (بخاری و مسلم عن ابن عمر)

معاشی اور دوسری مختلف پریشانیوں کی بنا پر جب معاشرے سے ذہنی سکون و اطمینان رخصت ہو جائے اور ہر طرف بے اطمینانی کا دور دورہ ہو جائے تو اس معاشرے میں معمولی معمولی باتوں پر دوسروں کو قتل کرنے اور اپنے آپ کو ختم کرنے کی وارداتیں عام ہونے لگتی ہیں ـــــ ضبط تولید کا پرچار کیا جانے لگتا ہے۔ مثبت اقدام اختیار کرنے کے بجائے منفی قدم اٹھائے جانے لگتے ہیں، مگر اسلامی معاشرے میں ان میں سے کسی بھی چیز کو درست نہیں سمجھا گیا۔

اسلام اور پیغمبر اسلامؐ نے ضبط تولید کو کسی طور پر مستحسن قرار نہیں دیا — کہ اس کے ذریعے عصمت و عفت کے ختم ہو جانے کا امکان ہی نہیں بلکہ یقین ہے اور یہ چیز زنا کے پھیلنے میں ممد ثابت ہوتی ہے اور حالات و واقعات اس پر شاہد ہیں — تو کیا محض ایک موہوم امید کے سہارے اتنے عظیم نقصان کو برداشت کرنا عقلمندی اور دانائی کہلا سکتا ہے؟

معاشرے سے اس برائی کو ختم کرنے کے لیے خود اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا!

ولاتقتلوا اولادکم خشیۃ املاق (القرآن)

اور بھوک سے ڈر کر اپنی اولاد کو ختم نہ کرو۔

اور جناب نبی کریمؐ نے معاشرے کی اس گندگی کو دور کرتے ہوئے فرمایا:

"کیا تم میں سے خدا کے ساتھ شریک ٹھیراتا ہے اور والدین کی نافرمانی کرنا اور قتل نفس، اور جھوٹی قسم کھانا یہ تمام افعال کبائر میں سے ہیں۔"

(بخاری عن عبداللہ بن عمرو بن العاص)

رسول معظم نے ان چار باتوں کی نشان دہی کر کے ان سے بچنے کا حکم دیا اور ایک دوسری حدیث میں تنگیٔ رزق کا سبب بتلا دیا کہ جب کسی قوم میں زنا کی کثرت ہو جاتی ہے اور وہ لوگ ناپ تول میں کمی کو اپنا شعار بنا لیتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کے رزق میں کمی کر دی جاتی ہے اور غلّہ کم پیدا ہونے لگتا ہے، اور پھر وہ لوگ یہ رونا روتے ہیں کہ غلّہ کم اور کھانے والے زیادہ ہیں۔ لیکن اس کے علاج کی طرف توجہ نہیں کرتے کہ اپنے معاشرے سے زنا کو ختم کر دیں اور ناپ تول میں کمی کرنے والوں کو سختی سے اس حرکت سے منع کریں اور اس طریقے سے معاشرے کو فساد سے بچایا جا سکتا ہے۔

معاشرے میں فتنہ و فساد اور خرابی پیدا کرنے میں مرد و زن کا آزادانہ اختلاط

بھی نمایاں کردار کرتا ہے۔ اس سلسلے میں مغربی ممالک کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ وہاں مردوزن کے آزادانہ اختلاط سے معاشرہ جس تیزی سے تباہی و بربادی کے گڑھے کی طرف جارہا ہے اہل مغرب خود اس سے نالاں ہیں اور ہمارے ہاں کے اہل عقل و دانش ان حالات سے بخوبی آگاہ ہیں۔

اسلامی معاشرے میں اس اختلاط کو روکنے کے لیے پردے کو لازمی قرار دیا گیا ہے اور اپنے خاص رشتے داروں کے علاوہ کسی بھی مرد کے سامنے آنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ حد یہ ہے کہ امہات المومنین رضوان اللہ علیہن اجمعین کو سب سے پہلے پردے کا پابند کیا گیا اور اپنے رشتے داروں کے سوا سارے مسلمانوں سے پردہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس معاملے میں ان کے ساتھ بھی کوئی رعایت نہیں برتی گئی۔

وقرن فی بیوتکن (القرآن)

وہ سب اپنے گھروں میں ٹھہری رہیں۔

"ام المومنین حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ (پردے کا حکم نازل ہوجانے کے بعد ایک مرتبہ) میں اور میمونہ رض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ عبداللہ ابن ام مکتوم آگئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں کو پردہ کرلینے کا حکم دیا کہ تم دونوں پردے میں چلی جاؤ۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ! کیا یہ نابینا نہیں ہیں؟ نہ یہ ہم کو دیکھتے ہیں اور نہ یہ ہمیں پہچانتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم دونوں اندھی ہو۔ تمھیں دکھائی نہیں دیتا؟ یعنی وہ تو دیکھنے سے معذور ہیں لیکن تم ان کو دیکھ رہی ہو اور پردہ دونوں ہی طرف سے ہے)۔

مرد و عورت کے دائرہ کار بالکل الگ الگ ہیں اور اسلامی معاشرے کی جانب سے ان دونوں کی حدود متعین ہیں۔ گھریلو ذمہ داریاں عورت کو سونپی گئی ہیں اور بیرونی

معاملات مرد کے سپرد کیے گئے ہیں ان دونوں میں سے جو فریق بھی اپنے حدود سے تجاوز کر کے دوسرے کے معاملات میں دخل دینے کی کوشش کرتا ہے، معاشرے میں فتنہ و فساد اور بگاڑ کی ذمہ داری اسی پر عائد ہوتی ہے۔

معاشرے کے بگاڑ میں ان لوگوں کا بھی حصہ ہے اور اس کی سب سے زیادہ ذمہ داری انہی لوگوں پر ہے جو ذہنی غلامی میں مبتلا اور احساس کمتری کا شکار ہوتے ہیں اور جو صرف دوسروں کی نقالی کرنا چاہتے ہیں خواہ یہ نقالی زبان کی حد تک ہو، یا لباس، رہن سہن اور کھانے پینے کے طریقوں تک پھیل چکی ہو اور مرد زنانہ قسم کے لباس پہننا اور بال بنانا پسند کرتے ہوں یا عورتیں بالوں میں اور لباس میں مردوں کی نقالی شروع کر دیں یہ تمام باتیں کسی طرح بھی مستحسن قرار نہیں دی جا سکتیں اور اسلام نے اپنے ماننے والوں کو ان تمام قسموں کی نقالی سے روکا ہے!

"آدمی کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جن سے اسے محبت اور تعلق ہو (اور جن کے راستے پر چلنا اسے پسند ہو)

جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اور ان مردوں پر جو عورتوں کے ساتھ مشابہت پیدا کرتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے سر کے بال منڈوانے سے روکا ہے۔

اور حلق راس میں وہ تمام صورتیں آجاتی ہیں جن کا آج کل عام طور پر رواج ہے کہ چٹیا کٹا کر مردوں کی طرح بال بنا لیے جاتے ہیں۔

پھر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ پیغمبر آخر الزماں جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس بگڑے ہوئے معاشرے کی مکمل اصلاح و تطہیر فرمائی اس کی بنیاد

خوف خدا پر رکھی۔ جس معاشرے کی بنیاد خوفِ خدا کے علاوہ کسی اور چیز پر ہو گی، وہ معاشرہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا، اور اس معاشرے کا درست ہونا اور اس کی اصلاح ہونا قطعی ناممکن ہے۔ اسی بنا پر اسلام نے خوف خدا کو اپنے معاشرے کی اصلاح کے لیے بنیادی ستون قرار دیا ہے۔

حضورؐ نے معاشرے کے جن جن پہلوؤں کی اصلاح فرمائی ان میں سے چند پہلو آپ کی خدمت میں پیش کیے گئے ہیں۔

آج معاشرے میں جو خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں وہ اسی طرح دور ہو سکتی ہیں کہ ان معاملات میں نبی کریمؐ کی اطاعت کو اپنے لیے لازمی قرار دے لیا جائے اور ان ہدایات سے سر مو انحراف نہ کیا جائے۔ بصورت دیگر معاشرے کے بگاڑ میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جائے گا اور آخر ایک دن وہ آئے گا جب اس کی اصلاح ناممکن ہو کر رہ جائے گی اس دن کے آنے سے پہلے پہلے ہمیں معاشرے کی اصلاح کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔